اکتیسواں فقہی سمینار

☆ جمعہ کے لئے مصر ہونے کی شرط (موجودہ حالات کے پس منظر میں)

☆ نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

☆ دار القضاء کی آن لائن بعض کارروائیاں

☆ ورچول کرنسی سے متعلق شرعی احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالنامہ (۱):

جمعہ کے لئے مصر ہونے کی شرط
موجودہ حالات کے پس منظر میں

جمعہ کے دن کا ایک اہم فریضہ نماز جمعہ ہے، نماز جمعہ کا فرض ہونا قرآن، حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے؛ اسی لئے شروع سے مسلم معاشرہ میں اِکا دُکا بے توفیق لوگوں کو چھوڑ کر اہتمام اور پابندی کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے؛ البتہ شرائط جمعہ کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان بعض اختلافات پائے جاتے ہیں، موجودہ دور میں جمعہ کی اہمیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ بہت سے مسلمان اپنی غفلت یا جہالت کی وجہ سے پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے، صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اور نمازوں میں تو مصلیوں کی ایک ڈیڑھ صف ہوتی ہے؛ لیکن جمعہ میں پوری مسجد بھر جاتی ہے، اگر مسجد کی کئی منزلیں ہوں تو تمام منزلیں پُر ہو جاتی ہیں، شہروں میں تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسجد کے باہر سڑکوں پر بھی نماز ادا کی جاتی ہے، یہ اسی وجہ سے ہے کہ جمعہ کا خصوصی اہتمام لوگوں کے ذہن میں ہے؛ اگر چہ کہ صرف جمعہ پر اکتفاء کرنا اور بقیہ نمازوں کی ادائیگی سے غفلت برتنا حد درجہ ناپسندیدہ بات ہے؛ لیکن اس کا ایک بہتر پہلو بھی ہے کہ جمعہ کی نماز فی الجملہ مسجد سے اور مسجد کے واسطہ سے دین سے ان کے رشتہ کو استوار رکھتی ہے، جمعہ میں ان کو دینی باتیں سننے اور سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے، اور اس ہفتہ وار وعظ ونصیحت کے تسلسل سے ان کے مزاج میں بھی مثبت تبدیلی آتی ہے، جب وہ دوسرے مسلمان بھائیوں سے ملتے ہیں تو مسلم معاشرہ کا حصہ ہونے کا تصور ان کے ذہنوں میں راسخ ہوتا ہے، نیز ارتداد کے فتنوں سے بچانے میں بھی جمعہ کا اجتماع بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہی تھا کہ وہ دین وایمان کے تحفظ کے لئے بعض دفعہ فروعات سے صرف نظر کر لیا کرتے تھے، جیسے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسلمانوں کی ایک بستی کے حالات کو دیکھ کر تعزیہ داری کی اجازت دیدی اور استفسار پر فرمایا کہ یہ بدعت ان کے لئے وقایہ کفر ہے، علماء دیوبند عرس اور سماع وغیرہ کے قائل نہیں رہے ہیں؛ لیکن تقسیم ملک کے وقت جب اجمیر شریف اور بعض دوسری درگاہوں پر فرقہ پرست قوتوں نے قبضہ کر لیا تو مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ وغیرہ نے اس کو خالی کرایا اور غیر مجاز قبضہ سے بچانے کے لئے درگاہ کے ارباب حل وعقد سے کہا کہ وہ اپنے رسوم کو جاری رکھیں، اِس وقت بھی صورت حال یہ ہے کہ عیسائی مشنریز، قادیانی، قادیانیوں کی طرح کے بعض نو پید فرقے اور منکرین حدیث وغیرہ دیہات وقصبات میں بسنے والے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے کوشاں ہیں۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جواب مطلوب ہیں:

۱۔ فقہاء حنفیہ نے بعض دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے قیام جمعہ کے لئے مصر یا قریہ جامعہ ہونے کی شرط لگائی ہے؛ لیکن نصوص میں

مصر کا مفہوم واضح طور پر نہیں آیا ہے، فقہاء حنفیہ کے درمیان بھی اس میں خاصا اختلاف ہے، موجودہ دور میں جو ترقی ہوئی ہے، اس کے تحت پہلے جو سہولتیں چھوٹے موٹے شہروں میں میسر ہوتی تھیں، وہ اب بہت سے بڑے دیہاتوں میں بھی مہیا ہوگئی ہیں، اور جیسا کہ اوپر ذکر آیا موجودہ دور میں جمعہ بہت سے ناخواندہ اور کم خواندہ مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کا ذریعہ بھی ہے، اس پس منظر میں موجودہ حالات میں مصر کی کیا تعریف ہوسکتی ہے، جس سے اس کے اطلاق کا دائرہ وسیع ہوجائے؟

۲۔ جہاں مسلمانوں کی باقاعدہ آبادی ہو، چاہے چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، نماز باجماعت کا مسجد کے ساتھ یا مسجد کے بغیر نظام ہو، کیا وہاں جمعہ کا نظام بنایا جاسکتا ہے؟

۳۔ اور کیا گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کی اجازت اس مقصد کے پیش نظر دی جاسکتی ہے کہ یہ نظام عام مسلمانوں اور مسلمانوں کے عام طبقات کو بہرحال کسی نہ کسی درجہ میں دین سے جوڑ کر رکھے گا، ان کے ایمان کی حفاظت کرے گا، اور اس کے واسطے سے آج کے گمراہ فتنوں سے ان کو آگاہ کیا جاسکے گا؟

☆☆☆

سوالنامہ(۲):

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

آج کل عالم عرب میں وہاں کے سماجی حالات کے تحت نکاح کی ایک خاص صورت رائج ہوگئی ہے، جس کو''نکاحِ مسیار'' کہا جاتا ہے، ہندوستان کی عدالت عظمیٰ میں بھی ایک مقدمہ نکاح مسیار کے خلاف دائر کیا گیا ہے، جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے، اس میں مدعی نے نکاح مسیار کو سنی مسلمانوں کی طرف اور متعہ کو شیعہ مسلمانوں کی طرف منسوب کیا ہے۔

نکاح مسیار کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ مرد کسی عورت سے شریعت میں معتبر تمام ارکان وشرائط کی رعایت کے ساتھ عقد نکاح کرتا ہے؛ لیکن اس نکاح میں عورت اپنی مرضی سے اپنے بعض حقوق ،نفقہ،سکنیٰ ،شب گزاری وغیرہ سے دست بردار ہوجاتی ہے، اس نکاح کے وجود میں آنے کے مختلف اسباب ہیں مثلاً :

الف: عالم عرب میں خصوصاً اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی غیر شادی شدہ کنواری اور مطلقہ خواتین کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، اس کی ایک وجہ تو طلاق کی کثرت ہے اور دوسری وجہ عورت کے ولی کی طرف سے مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ ہے، اس صورت حال میں خواتین اس بات پر راضی ہوجاتی ہیں کہ کوئی مرد اُن سے پہلی بیوی رکھتے ہوئے نکاح کرلے اور شوہر کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہیں۔

ب: بعض اوقات نکاح کی خواہش مند خواتین مختلف اسباب کے تحت اپنے والدین کے گھروں میں رہنا چاہتی ہیں، مثلاً : اس لئے کہ وہ تنہا والدین کی دیکھ بھال کرتی ہیں، اگر وہ شوہر کے حسب منشاء دوسری جگہ رہیں تو والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ج: کبھی اس لئے کہ انہیں پہلے شوہر سے بچے ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو لے کر اس دوسرے شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہو سکتیں؛ اس لئے وہ شوہر سے صرف زن وشو کا خصوصی تعلق چاہتی ہیں۔

د: بعض شادی شدہ مرد اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے یہ نکاح کرتے ہیں ؛ کیوں کہ ایک بیوی سے ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ،بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت تجرد کی زندگی گزار رہی ہے اور خود اس کے حالات کا تقاضہ ہوتا ہے کہ اس کو پاکیزہ زندگی عطا کرنے کے لئے اس سے نکاح کرلیا جائے ،اور اس پر کوئی مالی ذمہ داری بھی عائد نہ ہو۔

ہ: بعض اوقات شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی دوسری شادی کو اپنی پہلی بیوی کے سامنے ظاہر نہ کرے؛ کیوں کہ اسے خدشہ ہے کہ اس سے ان کے درمیان تعلقات خراب ہوجائیں گے۔

ط: مرد کثرت سے کسی خاص ملک کا سفر کرتا ہے اور وہاں طویل مدت رہتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں بیوی کے ساتھ رہنے میں اس کے لئے زیادہ حفاظت ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱۔ کیا قدیم فقہاء کے یہاں نکاح مسیار کا کوئی ذکر ملتا ہے؟

۲۔ نکاح مسیار کی کیا صورتیں اختیار کی جاتی ہیں اور کن اسباب کے تحت اس کی نوبت آتی ہے، معاصر اہل علم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں۔

۳۔ نکاح مسیار کی بعض صورتوں میں خواتین اپنے حقوق سے دستبردار ہو جاتی ہیں، بعض دفعہ اپنے نکاح کو خفیہ رکھتی ہیں، ان صورتوں میں ان کے اولیاء اپنے لئے ہتک محسوس کر سکتے ہیں، اس پس منظر میں کیا نکاح مسیار میں ولی کو حق اعتراض ہوگا؟

۴۔ کیا شریعت کے جو مقاصد نکاح سے متعلق ہیں، زواج مسیار سے پورے ہوتے ہیں، اگر نہیں تو ایسی صورت میں نکاح مسیار کا کیا حکم ہے؟

۵۔ اسی طرح اگر:

الف: نکاح مسیار کے متعلق آپ کے علم میں علماء ہند کی آراء ہوں تو ان کو تحریر کیا جائے۔

ب: نکاح مسیار سے متعلق ممتاز علماء عرب کی آراء پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

ج: نکاح مسیار سے متعلق اگر مسلم حکومتوں کے کسی نظام وقانون کا علم ہو سکے تو اس کو بھی سامنے لایا جائے۔

۶۔ زواج مسیار کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی سماجی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کے نفقہ کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ اس کے مثبت ومنفی پہلوؤں اور فوائد ونقصانات کی بھی نشان دہی کریں۔

۷۔ بہت سے عرب طلبہ مغربی ملکوں میں جاتے ہیں اور ان کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے طویل عرصہ وہیں مقیم رہنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ملکوں کا ماحول اتنا خراب ہے کہ ایک جوان شخص کا تجرد کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گزارنا بہت دشوار ہوتا ہے، ان حالات میں وہ وہاں نکاح کر لیتے ہیں، یہ نکاح ان کے لئے عفت وپاکدامنی کا ذریعہ بھی بنتا ہے، اور اس سے خاندانی زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، بہت سے نکاح کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ دس پندرہ سال جب تک اس ملک میں ان کا قیام رہے گا، وہ اس رشتے کو باقی رکھیں گے اور جب وہاں سے ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو واپس ہوں گے تو طلاق دے کر رشتہ ختم کر دیں گے؛ تاکہ عورت کے لئے دوسرے نکاح میں کوئی دشواری نہ ہو اور مرد کو بھی نئی زندگی شروع کرنے میں پریشانی نہ ہو؛ کیوں کہ اگر پہلے سے کوئی عورت نکاح میں ہو تو کوئی دوسری عورت عام طور پر اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتی، کیا نکاح کی اس صورت پر نکاح موقت کا اطلاق ہوگا؟ اگر دل میں یہ بات رکھے ہوئے ہو کہ ایک مقررہ یا غیر مقررہ وقت کے بعد وہ اس رشتہ کو ختم کر دے گا تو کیا یہ نکاح موقت کے دائرہ میں آئے گا؟

۸۔ اسی پس منظر میں دریافت طلب ہے کہ نکاح موقت کی حقیقت کیا ہے اور اس کے حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ اور صاحبین کا کیا نقطۂ نظر کیا ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ (۳)

دارالقضاء کی آن لائن بعض کارروائیاں

اسلام کا ایک اہم مقصد عدل قائم کرنا ہے اور اس کے لئے نظام قضاء ضروری ہے؛ چنانچہ نظام قضاء کی ضرورت واہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے مسلم اقلیت ممالک میں بھی نصبِ قاضی کو ضروری قرار دیا ہے، ہندوستان میں ہمارے اکابر نے مغلیہ حکومت کے خاتمہ کے بعد ہی سے اس اہم فریضہ کی طرف توجہ کی اور اس وقت بحمداللہ ملک کے اکثر علاقوں میں یہ نظام قائم ہے۔ ہمارے بزرگوں نے عصر حاضر میں قضاء سے متعلق پیدا ہونے والے متعدد شرعی مسائل کی ہندوستان کے حالات کے لحاظ سے تطبیق کا فریضہ انجام دیا ہے، اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ کی تحریریں مشعل راہ کا درجہ رکھتی ہیں، اسی طرح اسباب فسخ کے سلسلہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔

لیکن گزشتہ دوسالوں سے لاک ڈاؤن کی جو صورت حال پیدا ہوگئی ہے، اس نے بعض بالکل الگ نوعیت کے مسائل پیدا کر دیئے ہیں، حکومت نے جسمانی فاصلہ کو ضروری قرار دے دیا ہے، جہاں تعلیمی اداروں میں مشافہۃً تعلیم کو منع کردیا گیا ہے، اور آن لائن تعلیم ہورہی ہے، عدالتیں بھی آن لائن مقدمات کی سماعت کررہی ہیں، اور آن لائن ہی فیصلے بھی سنا رہی ہیں، اس پس منظر میں درج ذیل امور کے جوابات مطلوب ہیں:

۱۔ دعویٰ کے لئے ضروری ہے کہ مدعی، قاضی یا اس کے نائب کی مجلس میں اپنا مدعا پیش کرے، اگر وہ کہیں اور اپنی شکایت رکھے تو یہ دعویٰ نہیں ہوگا، موجودہ حالات میں اگر دارالقضاء کے آفس میں قاضی کو یا فریقین کو آنے سے منع کردیا گیا ہو تو کیا مدعی آن لائن اپنا دعویٰ پیش کرسکتا ہے، اور اس کو مجلس قضاء میں حاضری تصور کیا جائے گا؟

۲۔ یہی سوال رفع الزام سے متعلق بھی ہے کہ کیا مدعی علیہ آن لائن رفع الزام کرسکتا ہے؟

۳۔ نیز یہی سوال گواہوں سے متعلق بھی ہے، جیسا کہ معلوم ہے: شاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوکر اپنا بیان دے، تو کیا اس کا آن لائن بیان دینا کافی ہوجائے گا؟

۴۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ اور گواہان کی بہتر طور پر شناخت ہو؛ اسی لئے فقہاء نے مدعیہ، مدعی علیہا اور خاتون گواہان کا چہرہ بھی دیکھنے کی اجازت دی ہے؛ تاکہ ان کو اچھی طرح پہچان لیا جائے، تو کیا ویڈیو کال پر مقدمہ کے فریقوں اور گواہوں کو دیکھ لینا کافی ہوگا؟

۵۔ حقیت کے مقدمہ میں بعض اوقات سرزمین کے معائنہ کی ضرورت پیش آتی ہے: تاکہ اس مقام کی نوعیت قاضی پر اچھی طرح واضح ہوجائے، تو کیا ویڈیوفون کے ذریعہ ایسے مقامات کا معائنہ کافی ہوجائے گا؟

۶۔ فریقین بعض دفعہ ثبوت کے طور پر وثائق یا سامان بھی دارالقضاء میں پیش کرتے ہیں، جیسے: نکاح نامہ، طلاق نامہ، تقسیم

نامہ، یا مورث کے ترکہ کے بارے میں اختلاف ہو تو زیورات وغیرہ، کیا قاضی ان چیزوں کے آن لائن مشاہدہ پر اکتفا کر سکتا ہے؟

۷۔ عام طور پر دار القضاء سے تحریری شکل میں فریقین کو احکام بھیجے جاتے ہیں، اور اس کا پوسٹل ثبوت محفوظ رکھا جاتا ہے، کیا آن لائن کارروائی کی صورت میں فون یا ویڈیو کے ذریعہ حکم جاری کرنا اور اس کے ریکارڈ کو محفوظ کر دینا کافی ہو سکتا ہے؟

۸۔ آن لائن سماعت اور بیان وغیرہ سے متعلق مذکورہ بالا سوالات ویڈیو کالنگ کی صورت سے متعلق ہیں، اگر بغیر ویڈیو کے ان ہی امور کو آڈیو کال پر انجام دیا جائے تو کیا اس کی گنجائش ہوگی؟

۹۔ قضاء کی ایک بنیاد اقرار بھی ہے اور اقرار بھی وہی معتبر ہے جو قاضی کے سامنے ہو، تو کیا قاضی کو خطاب کرتے ہوئے آن لائن اقرار کرنا قاضی کے سامنے اقرار کرنے کے مماثل ہوگا؟

۱۰۔ مذکورہ بالا تمام سوالات ان حالات سے متعلق ہیں جب کرونا جیسی وبا کی وجہ سے دار القضاء کی کارروائی معمول کے مطابق نہیں چل سکتی، اگر اس طرح کے حالات میں بھی دار القضاء کی کارروائیاں آن لائن انجام نہیں پا سکتیں تو سوال یہ ہے کہ قاضی قیام عدل، رفع ظلم اور دفع نزاع کا فریضہ کس طرح انجام دے گا؟ کیا وہ ان حالات میں معطل رہے گا، یا اپنی بعض ذمہ داریاں کسی شکل میں ادا کرے گا؟

اس سلسلہ میں اگر کوئی لائحہ عمل اور خاکہ شرعی حدود میں آپ کے ذہن میں ہو تو اس کو تحریر فرمائیں۔

☆☆☆

سوالنامہ (۴)

ورچول کرنسی سے متعلق شرعی احکام

انسان کو زندگی میں مختلف چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے، بعض چیزیں اس کے پاس مہیا ہوتی ہیں، اور بعض چیزوں کو وہ زراعت یا صنعت کے ذریعہ حاصل کر لیتا ہے؛ مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر انسان کے پاس اس کی تمام ضروریات مہیا رہیں، یا وہ ان اشیاء کو خود تیار کر لے؛ اس لئے اشیاء ضرورت کے تبادلہ کا نظام قائم ہوا، مثلاً ''الف'' کے پاس چاول ہے، دال نہیں ہے، ''ب'' کے پاس دال ہے تو ''الف'' چاول کی کچھ مقدار دے کر ''ب'' سے دال حاصل کر لیتا، انسانی تاریخ کے ابتدائی دور میں اشیاء کے تبادلہ کی یہی صورت مروج ہوئی؛ لیکن نقل وحمل کی دشواریوں کو دیکھتے ہوئے پھر یہ نظام قائم ہوا کہ کسی ہلکی؛ مگر قیمتی چیز کو پیمانہ بنالیا جائے اور اس کو ذریعہ تبادلہ کے طور پر استعمال کیا جائے، اس سلسلہ میں مختلف چیزوں کو پیمانہ بنانے کی کوشش کی گئی، اور ان کو ثمن کا درجہ دیا گیا؛ لیکن بالآخر بات سونے اور چاندی پر آکر ٹھہری، جو زمانہ قدیم سے ثمن کے طور پر استعمال ہوتا آرہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اہل روم سونے کا سکہ اور اہل ایران چاندی کا سکہ استعمال کرتے تھے اور عرب میں دونوں سکے مروج تھے، اسلام نے کرنسی کے اسی نظام کو باقی رکھا، پھر جب سونے چاندی کے سکے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں تحفظ کا مسئلہ پیدا ہوا تو اس کی رسیدیں جاری ہوئیں اور وہی کاغذی نوٹ کی طرح استعمال ہونے لگیں۔

چوں کہ ابتداءً نوٹوں کے اجراء کے لئے ایک بین الاقوامی معاہدہ موجود تھا، اور حکومتوں کے پاس سونے کی جتنی مقدار ہوتی تھی، اسی مقدار کے لحاظ سے وہ کرنسی نوٹ چھاپا کرتے تھے؛ اسی لئے علماء اس کو ''وثیقۂ ثمن'' کہتے تھے، یعنی سونا ثمن ہے اور نوٹ اس کا وثیقہ ہے؛ مگر تدریجاً یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور اِس وقت عملاً سونے سے اِن نوٹوں کا کوئی خاص ربط باقی نہیں رہا؛ تاہم ابھی بھی ہر ملک کی کرنسی کی قدر اس ملک کی معاشی حالت سے وابستہ ہوتی ہے اور اسی نسبت سے اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے؛ اسی لئے اہل علم نے خود نوٹ کو ثمن تسلیم کر لیا اور اس کو ثمن عرفی یا ثمن اصطلاحی کا نام دیا؛ مگر بہر حال کاغذی نوٹ کا ایک خارجی وجود ہے، جس کو آدمی ہاتھوں میں لے سکتا ہے؛ لیکن اب اس کی جگہ ایک غیر حسی کرنسی وجود میں آچکی ہے، جس کو ڈیجیٹل کرنسی یا ورچول کرنسی (Virtual Curency) کہا جاتا ہے، اس کی ایک مشہور قسم ''بٹ کوئن'' (Bitcoin) ہے، جس کے معنیٰ خفیہ کرنسی کے ہیں، اور اس کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

اس کرنسی کی چند خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ ان کا حقیقی اور محسوس وجود نہیں ہوتا، یعنی ان کو ہم اپنے ہاتھوں سے چھو نہیں سکتے۔

۲۔ ہر ملک کی کاغذی کرنسی کو وہاں کی حکومت کا مرکزی بینک جاری کرتا ہے اور اس کے پاس اس کا ریکارڈ ہوتا ہے، ورچول کرنسی کو کوئی حکومت کنٹرول نہیں کرتی؛ بلکہ اس کے مقاصد میں یہ بات شامل ہے کہ اس کو حکومت کی نظر سے مخفی رکھا جا سکے۔

۳۔ کاغذی کرنسی کی قدر اس ملک کی معاشی حالت اور درآمدات وبرآمدات پر گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، جب کہ ڈیجیٹل کرنسی کی قیمت عام اشیاء کی طرح طلب (Demand) اور رسد (Supply) پر مبنی ہے، اور طلب میں کمی یا زیادتی سے گھٹتی اور بڑھتی ہے۔

۴۔ ورچول کرنسی کی قیمت میں بہ مقابلہ کاغذی کرنسی کے غیر معمولی اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔

۵۔ ورچول کرنسی کا تبادلہ حکومت اور بینک سے مخفی ہوتا ہے؛ اسی لئے جرائم پیشہ حضرات اس کا بہت استعمال کرتے ہیں۔

۶۔ اس کرنسی کو ڈیجیٹل طور پر جہاں ذخیرہ کیا جاتا ہے، اس کو ای والیٹ (E Wallet) کہتے ہیں، اگر کوئی شخص اس کو ہیک (Hack) کرلے یا کسی طرح اس کا نمبر معلوم کرلے تو اصل مالک اس ذخیرہ سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ اس کا کسی سے مطالبہ بھی نہیں کرسکتا۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱۔ فی زمانہ ورچول کرنسی کا استعمال بڑھ رہا ہے، تو جیسے سونے کی جگہ کاغذی کرنسی کو بتدریج بعینہ ثمن مان لیا گیا؛ حالاں کہ کاغذ کے اس ٹکڑے کی کوئی قابل ذکر قیمت نہیں ہے، کیا اسی طرح ورچول کرنسی کو موجودہ حالات میں ثمن اصطلاحی قرار دیا جاسکتا ہے؟

۲۔ کیا کسی چیز کے کرنسی ہونے کے لئے حکومت کا اسے تسلیم کرنا ضروری ہے، اور اگر ڈیجیٹل کرنسی کو کوئی ملک سرکاری طور پر ثمن تسلیم کرلے تو کیا اس کو ثمن کا درجہ حاصل ہو جائے گا؟

۳۔ جن لوگوں نے ڈیجیٹل کرنسی حاصل کر رکھی ہے، کیا ان کے حق میں اس کی حیثیت مال کی ہوگی، اس میں زکوۃ واجب ہوگی، میراث جاری ہوگی اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت درست ہوگی، اسی طرح مال سے متعلق دوسرے احکام اس پر نافذ ہوں گے؟

۴۔ کیا ورچول کرنسی کے ذریعہ سرمایہ کاری کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہوگا یا غیر معمولی اتار چڑھاؤ کی وجہ سے یہ قمار کے دائرہ میں آجائے گا؟

۵۔ جیسے ایک کرنسی کا بقایا دوسری کرنسی سے ادا کرنے کی گنجائش ہے تو کیا کاغذی کرنسی کا دَین ورچول کرنسی کے ذریعہ ادا کیا جاسکتا ہے؟

۶۔ کیا ورچول کرنسی کے ذریعہ مہر متعین کیا جاسکتا ہے؟

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجاویز

تجاویز بابت جمعہ کے لئے مصر ہونے کی شرط-موجودہ حالات کے پس منظر میں

نماز جمعہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں دوسری نمازوں میں غفلت برتنے والے مسلمان بھی عام طور پر نماز جمعہ کا اہتمام کرتے ہیں اور بیشتر مسجدوں میں خطبہ جمعہ سے پہلے مقامی زبانوں میں دینی و اصلاحی باتیں کہی جاتی ہیں، جن سے لوگوں کو بہت نفع ہوتا ہے۔

اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے اکتیسویں فقہی سمینار منعقدہ برہانپور میں مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے:

۱- جس آبادی میں بنیادی ضروریات جیسے اشیاء خورد ونوش وغیرہ مل جاتی ہوں وہاں جمعہ قائم کرنا درست ہے۔

۲- ایسی چھوٹی آبادی جہاں بنیادی ضرورتیں بھی مقامی طور پر نہیں مل پاتی ہوں وہاں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے۔

۳- البتہ جہاں پہلے سے جمعہ ہوتا آرہا ہو وہاں جمعہ کو نہیں روکا جائے۔

۴- موجودہ حالات میں مسلمانوں کو دین سے دور کرنے اور مرتد بنانے کی سازشیں کی جارہی ہیں، اس صورت حال کا مقابلہ کرنے میں جمعہ کا قیام مفید و موثر ہوسکتا ہے، اس لئے جہاں بھی مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے بچانے کے لئے جمعہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی جائے؛ خواہ وہ چھوٹا گاؤں ہی کیوں نہ ہو، وہاں معتبر علماء کی اجازت سے جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

تجاویز بابت دار القضاء کی آن لائن بعض کارروائیاں

۱- عام حالات میں دعوی، رفع الزام اور اداء شہادت کے لئے مجلس قضاء میں حاضر ہونا ضروری ہے، البتہ اگر طویل عرصہ کے لئے کرونا اور اس جیسے سنگین حالات پیدا ہوجائیں جبکہ مجلس قضاء میں حاضر ہونا ممکن نہ ہو تو قاضی اپنا نائب بنا کر مقدمہ کی کارروائی کرے اور اگر وکیل یا نائب کے ذریعہ بھی کارروائی انجام دینا ممکن نہ ہو تو کار قضاء کی اصل روح قیام عدل، احیاء حقوق، رفع ظلم اور دفع نزاع کی اہمیت کے پیش نظر قاضی مقرر کرنے والی ذمہ دار شخصیت یا ادارہ کی اجازت سے آن لائن کارروائی کی جاسکتی ہے مگر اس کے لئے ضروری ہوگا کہ ایسی تمام تکنیکی اور احتیاطی تدابیر کرلی جائیں کہ تلبیس کا اندیشہ باقی نہیں رہے، ایسی صورت میں آن لائن فریقین اور شاہدین وغیرہ کی شناخت بھی درست ہوگی۔

۲- حقیت (زمین وجائداد) کے معاملات میں چونکہ آن لائن معائنہ سے حقیقت تک رسائی نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے ان مقدمات کی کارروائی آن لائن درست نہیں ہوگی، ان مقدمات کوموخر رکھا جائے گا۔

۳- فریقین کوآن لائن اطلاعات بھیجنے کی صورت میں اگران اطلاعات کے درست ہونے کا ظن غالب ہوجائے اور ریکارڈ محفوظ رکھا جاسکتا ہو، بوقت ضرورت اس کو پیش کرنے پر قدرت ہو، تو آن لائن اطلاعات بھیجنے کی گنجائش ہوگی، البتہ محفوظ صورت پوسٹل نظام ہی ہے جس پر اب تک عمل ہوتا آرہا ہے۔

۴- چوں کہ آڈیو کالنگ میں اشتباہ زیادہ ہے اس لئے اس کے ذریعہ کارروائی کرنا درست نہیں ہے۔

تجاویز بابت ورچول کرنسی

ورچول کرنسی تبادلہ مال کی ایک نئی صورت ہے، جس کا حسی وجود نہیں ہوتا ہے، اس لحاظ سے وہ ثمن خلقی (سونا چاندی) اور مروجہ ثمن اصطلاحی (کاغذی کرنسی) سے مختلف ہے، ابھی اس کرنسی کی تکنیکی تفصیلات اور قانونی حیثیت پوری طرح واضح نہیں ہوسکی ہے، اس لئے ورچول کرنسی کے شرعی احکام سے متعلق موضوع کوملتوی کیا جاتا ہے اور اکیڈمی سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اس پر غور کرنے کے لئے ماہرین اور فقہاء کی ایک کمیٹی بنائے اور مزید تفصیلات فراہم ہونے کے بعد اس بارے میں فیصلہ کیا جائے۔

تجاویز بابت نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

۱- شریعت اسلامی میں شوہر وبیوی کا تعلق ایک مقدس رشتہ ہے جو نکاح کے ذریعہ ہی وجود میں آتا ہے، اس لئے لیوان ریلیشن شپ (Live in Relationship) یعنی بغیر نکاح کے آپسی رضامندی سے دو مرد وعورت کا شوہر وبیوی کی طرح ایک ساتھ رہنا حرام ہے اور ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

۲- ایک مقررہ مدت کے لئے نکاح کرنا خواہ اس طرح مدت متعین کرے کہ میں دو سال کے لئے نکاح کرتا ہوں یا اس طرح کہ جب تک میں اس شہر میں رہوں گا اس وقت تک کے لئے نکاح کرتا ہوں، ناجائز اور باطل ہے۔

۳- نکاح اسلام کی نظر میں ایک دائمی رشتہ ہے، اس لئے نکاح اسی نیت سے کرنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے لئے میاں بیوی بن کر زندگی گزاریں گے۔

۴- اگر کوئی شخص نکاح کے ارکان کو انجام دے یعنی گواہان کے سامنے ایجاب وقبول کرلے اور دل میں یہ بات چھپائے ہوئے ہو کہ وہ کچھ عرصہ بعد اس رشتہ کو ختم کردے گا تو یہ سخت گناہ اور اسلامی تعلیمات اور شریعت نے نکاح کا جو مقصد متعین کیا ہے اس کی روح کے خلاف ہے، لیکن چونکہ دونوں نے آپسی رضامندی سے ایجاب وقبول کیا ہے، اس لئے نکاح ہوجائے گا اور مرد کی ذمہ داری ہے کہ اس نکاح کو آخر وقت تک قائم رکھنے کی کوشش کرے۔

۵- اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے نکاح کرے اور نکاح کی بنا پر شوہر پر اس کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان کو معاف کردے تو چونکہ عورت اپنی ذات اور اپنے حقوق کے بارے میں خود مختار ہے، اس لئے اس کا معاف کرنا معتبر ہوگا، البتہ اگر بعد میں کسی وجہ سے بیوی اس شوہر سے اپنے ان حقوق کا مطالبہ کرنا چاہے تو اس کو اس کا حق ہوگا اور مطالبہ کے وقت شوہر ان حقوق کو ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

اعلامیہ بابت

مسلمان زیادہ سے زیادہ اسلامی اسکول اور بالخصوص لڑکیوں کے لئے جداگانہ تعلیمی ادارے قائم کریں

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے سمینار میں ملک بھر کے علماء اور اصحاب فکر کی اپیل

دارالعلوم شیخ علی متقی برہانپور مدھیہ پردیش میں پورے ملک کے منتخب علماء وارباب افتاء جمع ہوئے اور انہوں نے متعدد جدید شرعی مسائل پر فیصلے کئے، اس موقع سے ملت اسلامیہ ہند کے نام ایک مشترکہ اپیل جاری کی گئی کہ اس وقت ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا جو ماحول پیدا کیا جارہا ہے، مسلمانوں کو ان کی مذہبی شناخت سے محروم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، یہاں تک کہ تعلیمی اداروں میں سیکولر کردار کو ختم کرکے زعفرانی فکر مسلط کی جارہی ہے، بالخصوص نئی ایجوکیشن پالیسی اس طرح مرتب کی گئی ہے کہ ملک سیکولرزم کے بجائے ہندتو کے راستہ پر چل پڑے، مسلمان لڑکیوں کو حجاب کے حق سے محروم کیا جارہا ہے، اس پس منظر میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی ماحول کے ساتھ زیادہ سے زیادہ عصری تعلیمی ادارے قائم کریں اور گرلز اسکول کے قیام پر خصوصی توجہ دیں، تاکہ لڑکیاں محفوظ ماحول میں تعلیم حاصل کرسکیں اور مسلمان بچے اپنی شناخت کے ساتھ تعلیم کے میدان میں آگے بڑھیں، علماء، مدارس، مذہبی شخصیتوں اور مذہبی جماعتوں کو اس پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ جو ادارے قائم ہوں ان میں دینی روح باقی رہے اور وہ خالصتاً کمرشیل انداز میں کام کرنے کے بجائے دینی اور ملی جذبہ کے ساتھ خدمت انجام دیں۔

☆☆☆